تدبّرِ قرآن

۱۰۴

الهمزة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورہ کا عمود، سابق سورہ سے تعلق اور ترتیب بیان

یہ سورہ سابق سورہ ــــ العصر ــــ کی مثنیٰ ہے۔ دونوں کے مضمون میں نہایت واضح مناسبت، جو اوّل وہلہ سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ سابق سورہ میں فلاح پانے والے انسانوں کا کردار یہ بیان ہوا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو حق و صبر کی تلقین کرتے ہیں اور اس سورہ میں اس کے بالکل ضد کردار یعنی ان بخیلوں کا کردار بیان ہوا ہے جو روپیہ گن گن کر رکھتے ہیں اور لوگوں کو ادائے حقوق پر ابھارنا تو درکنار کسی کو اگر دیکھ پائیں کہ وہ ادائے حقوق کے معاملے میں عملاً و قولاً سرگرم ہے تو اپنے طعن و طنز اور ہمز و لمز سے اس کا قافیہ تنگ کر دیتے ہیں اور ان کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کا حوصلہ اتنا پست کر دیں کہ وہ بھی انہی کی طرح بے حس و بے غیرت بن کر رہ جائے تاکہ اس کی بخالت پر پردہ پڑا رہے اور اس کی دعوت و تلقین سے ان کے ضمیر کو خفّت و ندامت کی اذیت سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

قرآن نے بخیل سرمایہ داروں کے اس کردار کی طرف جگہ جگہ اشارہ کیا ہے۔ مثلاً سورۂ توبہ میں فرمایا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (التوبۃ - ۹ : ۷۹)

جو لوگ خوش دلی سے انفاق کرنے والے اہل ایمان پر ان کے صدقات کے باب میں نکتہ چینی کرتے ہیں اور جو غریب اپنی محنت و مزدوری ہی سے انفاق کرتے ہیں تو ان پر پھبتیاں چست کرتے ہیں، اللہ نے ان کا مذاق اڑایا اور ان کے لیے ایک دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کے تحت ہم نے تدبر قرآن میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ضروری حصہ ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں تاکہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے:

"'مُتَطَوِّعٌ' اور 'مُطَّوِّعٌ' دونوں ایک ہی لفظ ہیں۔ 'مُطَّوِّعٌ' اس کو کہتے ہیں جو صرف فرائض و واجبات ہی ادا کر لینے پر قناعت نہ کر بیٹھے بلکہ اپنی خوشی اور حوصلہ مندی سے نفلی نیکیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔"

"'لَمْزٌ' کے معنی عیب لگانا، ہجو کرنا، مذمت کرنا۔"

"اوپر کی آیات میں یہ بیان ہوا ہے کہ منافقین نہ صرف یہ کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتے دیکھ نہیں سکتے۔ جس کو خرچ کرتے دیکھتے ہیں اس کو فوراً ہمز و لمز کا نشانہ بنا لیتے ہیں۔ جو فیاض اور مخلص مسلمان اپنی فیاضی اور خوش دلی سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کو تو کہتے ہیں کہ یہ ریاکار اور شہرت پسند ہے، اپنی دینداری کی دھونس جمانے کے لیے خرچ کر رہا ہے۔ اور جو غریب بے چارے کچھ رکھتے ہی نہیں، بس اپنی محنت مزدوری کی گاڑھی کمائی ہی میں سے کچھ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں ان کی حوصلہ شکنی کے لیے یہ ان کا مذاق اڑاتے اور ان پر پھبتیاں چست کرتے ہیں کہ لو، آج یہ بھی اٹھے ہیں کہ حاتم کا نام دنیا سے مٹا کے رکھ دیں گے۔"

بخیلوں اور کنجوسوں کی نفسیات کا یہ پہلو ہم دوسرے مقام میں واضح کر چکے ہیں کہ اپنی بخالت پر پردہ ڈالے رکھنے کے لیے ان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ دوسرے بھی بخیل بنے رہیں۔ ننگا دوسروں کو بھی ننگا ہی دیکھنا چاہتا ہے تاکہ اسے کوئی ننگا کہنے والا باقی نہ رہے۔ یہی نفسیات ان بخیلوں کی بھی تھی۔ پھر اس سے ان کے اسلام دشمنی کے جذبہ کو بھی تسکین ہوتی تھی۔ وہ نہ خود خدا کی راہ میں کوڑی خرچ کرنا چاہتے تھے، نہ اس بات پر راضی تھے کہ کوئی دوسرا خرچ کرے۔ اپنی اس خواہش کے برخلاف جب دوسروں کو دیکھتے کہ وہ اسلام کے لیے اس دریا دلی سے لٹا رہے ہیں گویا اپنے ہی گھر بھر رہے ہیں، یہاں تک کہ مزدور اپنی مزدوری میں سے، بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر، اس خوشی سے دیتا ہے گویا اپنی آدھ سیر کھجور یا جو کے عوض دولتِ کونین خرید رہا ہے تو ان بخیلوں کے سینہ پر سانپ لوٹ جاتا۔ وہ غصہ سے کھولتے اور حسد سے جلتے پھر اپنے دل کا بخار طعن و تشنیع، طنز اور پھبتی سے نکالتے۔[1]"

بخیلوں کا یہ کردار ان کی بے بسی کی تصویر ہے۔ بخالت کے سبب سے نہ یہ حوصلہ ان کے اندر ہوتا کہ ادائے حقوق کے میدان میں سبقت کر سکیں اور نہ ادائے حقوق کی دعوت

---

[1] تدبرِ قرآن۔ جلد سوم، صفحات: ۲۰۲ - ۲۰۳

دینے والوں کی زبانیں ہی بند کر سکتے۔ اپنی مدافعت کی واحد تدبیر ان کے پاس صرف یہ رہ جاتی ہے کہ ان لوگوں کا مذاق اڑائیں اور ان پر پھبتیاں چست کریں جن کی دعوت سے ان کی پردہ دری ہو رہی ہو۔ ان کی یہ کوشش چونکہ اپنے باطن پر پردہ ڈالنے کی تھی اس وجہ سے قرآن نے اس سورہ میں ان کے ظاہر و باطن کے ہر گوشہ کو اچھی طرح بے نقاب کر دیا ہے۔

یہ امر واضح رہے کہ ان سورتوں میں اگرچہ اصلاً زیرِ بحث بخیلوں کا کردار ہے لیکن یہی کردار ان لوگوں کا بھی ہوتا ہے جو دوسری اخلاقی کمزوریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ بھی اپنے سے برتر کردار رکھنے والوں کا مقابلہ ہمیشہ اپنے ہمز و لمز سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قومِ لوط کے گنڈوں نے جب دیکھا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی دعوتِ اصلاح کے مقابل میں ان کے لیے اپنی آبرو بچانا دشوار ہو رہا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے رویہ کی اصلاح کرتے انھوں نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر فقرے چست کرنے شروع کر دیے کہ "یہ لوگ بڑے پارسا بنتے ہیں"[1] اور قوم کو ابھارا کہ ان لوگوں کو ملک سے باہر نکالو، ورنہ یہ پوری قوم کو ذلیل کر دیں گے۔

---

[1] إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ (النمل - ۲۷ : ۵۶)

سُوۡرَةُ الۡهُمَزَةِ

مَكِّيَّةٌ ———— اٰیات ۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

آیات ۱-۹ وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۙ ﴿۱﴾ الَّذِىۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿۲﴾
يَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ‌ ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنۡۢبَذَنَّ فِى الۡحُطَمَةِ ﴿۴﴾
وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحُطَمَةُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الۡمُوۡقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِىۡ
تَطَّلِعُ عَلَى الۡاَفۡـِٕدَةِ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيۡهِمۡ مُّؤۡصَدَةٌ ﴿۸﴾
ع ۹ / ۲۹ فِىۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

ترجمہ آیات ۱-۹ ہلاکی ہو ہر اشارہ باز، عیب جُو کے لیے! جس نے مال سمیٹا اور اس کو گنتا رہا۔ گویا اس کے مال نے اس کو زندہ جاوید کر دیا۔ ۱-۳

ہرگز نہیں، وہ چُور چُور کر دینے والی میں پھینکا جائے گا اور تم کیا سمجھے کہ چُور چُور کر دینے والی کیا ہے! اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ! جو دلوں پر جا چڑھے گی۔ اس میں وہ موندے ہوئے ہوں گے۔ لمبے ستونوں میں جکڑے ہوئے۔ ۴-۹

الفاظ واسالیب کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

وَیۡلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ (۱)

ایک ہی کردار کے دو پہلو

'ھَمۡزٌ' کے معنی اشارہ بازی کرنے اور 'لَمۡزٌ' کے معنی عیب لگانے کے ہیں۔ 'ھُمَزَۃٌ' اور 'لُمَزَۃٌ' مبالغہ کے صیغے ہیں اور اسی سورہ میں آگے 'حُطَمَۃٌ' بھی اسی وزن پر آیا ہے۔ 'ھُمَزَۃٌ' کے معنی اشارہ باز اور 'لُمَزَۃٌ' کے معنی عیب جُو اور عیب چیں کے ہیں۔ اشارہ بازی کا تعلق زیادہ تر حرکتوں اور اداؤں سے ہے اور عیب جوئی کا تعلق زبان سے ہے۔ یہ دونوں ایک ہی کردار کے دو پہلو ہیں۔ جب کسی کا مذاق اڑانا، اس کا تہتک کرنا اور اس کو دوسروں کی نگاہوں سے گرانا مقصود ہو تو اس میں اشارہ بازی سے بھی کام لیتے ہیں اور زبان سے بھی۔ اشارہ بازی سے کسی کی تضحیک و تحقیر کے جو پہلو پیدا کیے جا سکتے ہیں بسا اوقات وہ زبان کی فقرہ بازیوں سے زیادہ کارگر ہوتے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے 'ھُمَزَۃٌ' کو مقدم رکھا ہے۔

'ھمز و لمز' کی عادت مہذب اور شائستہ سوسائٹی میں ہمیشہ عیب سمجھی گئی ہے۔ تمام آسمانی مذاہب میں اس کی ممانعت وارد ہے۔ قرآن مجید میں نہایت واضح الفاظ میں اس سے روکا گیا ہے:

وَلَا تَلۡمِزُوۡٓا اَنۡفُسَکُمۡ وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ط	اور اپنے آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور ایک دوسرے پر پھبتیاں چست نہ کرو۔
(الحجرات - ۴۹: ۱۱)	

دعوتِ حق کا مقابلہ اوچھے ہتھیاروں سے

لیکن جدید جاہلیت کی طرح قدیم جاہلیت میں بھی اس فن کو بڑا فروغ حاصل رہا ہے۔ اس زمانے میں جس طرح اخباروں میں مزاحیہ کالم بھی ہوتے ہیں اور کارٹون بھی چھپتے ہیں جو اشاروں کی زبان میں حریفوں کی تضحیک کرتے ہیں اسی طرح قدیم زمانے میں نقال، بھانڈ اور فقرہ باز ہوتے تھے جو اجرت لے کر شریفوں کی پگڑیاں اچھالتے اور اپنے سرپرستوں کا جی خوش کرتے۔ سورۂ قلم میں قریش کے لیڈروں اور ان کے گنڈوں پر قرآن نے جو جامع تبصرہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی مسلمانوں کی 'تَوَاصِیۡ بِالۡحَقِّ وَالصَّبۡرِ' کی دعوت کو اسی حربے سے شکست دینے کی کوشش کی جو حربے اس زمانے کے پیشہ ور لیڈر اپنے حریفوں کو شکست دینے کے لیے اختیار کرتے ہیں چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ان ہتھکنڈوں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ عُتُلٍّ ۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۭ (القلم - ۶۸ : ۱۰ - ۱۴)

اور تم ہر لپاٹیے ذلیل کی بات کا دھیان نہ کرو۔ اشارہ باز اور لگانے بجھانے والے کا۔ بھلائی سے روکنے والا، حدود سے تجاوز کرنے والا اور حق کو تلف کرنے والا۔ اجڈ مزید برآں چاپلوس۔ بوجہ اس کے کہ وہ مال و اولاد والا ہوا۔

الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ (۲)

بخیل سرمایہ داروں کی نہایت جامع تصویر

یعنی حقوق کی یاددہانی اور نصیحت کرنے والوں کو تو انھوں نے ہمز و لمز کے حربے سے چپ کرنے کی کوشش کی اور خود مال جمع کرنے اور اس کو گن گن کر سینتنے میں لگے رہے۔ مال کے حریص و بخیل مالداروں کی یہ نہایت جامع تصویر ہے۔ ان کا دل و دماغ ہمیشہ اپنے سرمایہ کے حساب کتاب میں لگا رہتا ہے۔ کس کاروبار میں کتنا منافع ہوا ہے؟ فلاں سرمائے سے یافت کی کتنی توقع ہے؟ فلاں خسارہ جو ہوا ہے اس کی تلافی کی کیا صورت ہوگی؟ اگلے سال تک سرمایہ کی مجموعی مقدار کہاں تک پہنچ جائے گی؟ اسی طرح کے سوال ہمیشہ ان کے دل و دماغ پر مستولی رہتے ہیں۔ اگر کسی نے ذکر کیا کہ فلاں نے غریبوں اور یتیموں کی امداد کے لیے اتنا خرچ کیا ہے تو اس پر پھبتی چست کر دی کہ شیخی باز ہے، اپنی دولت مندی کی دھونس جماتا ہے۔ آخر ہم بھی تو ڈھیروں مال لٹاتے ہیں لیکن کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۚ (۳)

بخیلوں کے باطن پر ایک عکس

یہ ان کے اس انہماک کے باطن پر عکس ڈالا گیا ہے کہ یہ انہماک پتہ دیتا ہے کہ وہ گویا یہ خیال کیے بیٹھے ہیں کہ یہ مال ان کو زندۂ جاوید رکھے گا۔ اگر وہ جانتے کہ یہ مال بھی فانی اور ان کی زندگی بھی فانی ہے تو وہ مال کو اس مقصد کے لیے استعمال کرنے میں سبقت کرتے جو ان کی ابدی زندگی میں کام آنے والا ہوتا لیکن اس کی نسبت میں ان کا یہ استغراق پتہ دیتا ہے کہ وہ اس مال ہی میں اپنی زندگی پا گئے ہیں۔ اسی ذہنیت کی تصویر سورۂ شعراء میں کھینچی گئی ہے:

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۙ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۚ (الشعراء - ۲۶ : ۱۲۸ - ۱۲۹)

کیا تم ہر بلندی پر عبث یادگاریں تعمیر کرتے اور شاندار محل تعمیر کرتے رہو گے گویا تمھیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔

آدمی کے باطن کا سراغ دینے والی اصل چیز اس کی زبان نہیں بلکہ اس کی زندگی کا رویہ ہے۔

جو آدمی اسی دنیا کو اپنی منزل سمجھتا ہے اس کی زندگی اس شخص کی زندگی سے بالکل مختلف ہوتی ہے جو اس دنیا کو منزل نہیں بلکہ راہ سمجھتا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص آخرت کا قائل اور اس کا طالب ہو وہ اپنا مال گن گن کر اس دنیا کے بنکوں اور تجوریوں میں رکھے بلکہ وہ اپنا مال اپنے خداوند کے پاس رکھتا ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "تو اپنا مال اپنے خداوند کے پاس رکھ اس لیے کہ جہاں تیرا مال رہے گا وہیں تیرا دل بھی رہے گا۔"

كَلَّا لَيُنۢبَذَنَّ فِى ٱلْحُطَمَةِ (۴)

بخیلوں کے سرمایہ کا حشر

'کَلَّا' یہاں اس خیالِ باطل کی تردید کے لیے ہے جو 'یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗٓ اَخْلَدَہٗ' کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ فرمایا کہ ہرگز نہیں، وہ بھی اور اس کا یہ سارا اندوختہ بھی چور چور کر دینے والی میں پھینک دیا جائے گا۔ 'حُطَمَۃٌ'، 'حطم' کے مادہ سے ہے جس کے معنی چورچور کر دینے کے ہیں۔ یہ بھی 'ھُمَزَۃٌ' اور 'لُمَزَۃٌ' کے وزن پر ہے اس وجہ سے اس کے اندر بھی مبالغہ کا مفہوم موجود ہے۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا ٱلْحُطَمَةُ (۵)

یہ سوال اس کی ہولناکی کے بیان کے لیے ہے کہ اس کو کوئی معمولی چیز نہ سمجھو۔ وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے!

اس آگ کو 'حطمۃ' یعنی چورچور کر دینے والی کی صفت سے تعبیر کرنے کی حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ بخیل سرمایہ دار اپنی دولت اس زمانے میں سونے چاندی کی اینٹوں، زیورات، ظروف اور جواہرات وغیرہ کی شکل میں محفوظ کرتے تھے۔ اس طرح کی دولت کو برباد کرنے کے لیے چورچور کر دینے کی تعبیر زیادہ موزوں ہے یعنی یہ ساری دولت جلا کر اور چورچور کر کے پراگندہ کر دی جائے گی کہ جو لوگ اس کو حیاتِ جاوداں کی ضامن سمجھے بیٹھے تھے وہ اس کا حشر دیکھیں۔

نَارُ ٱللَّهِ ٱلْمُوقَدَةُ ۝ ٱلَّتِى تَطَّلِعُ عَلَى ٱلْأَفْـِٔدَةِ (۶-۷)

اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کی ایک خاص صفت

یہ اس 'حُطمۃ' کی وضاحت ہے کہ یہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں پر جا چڑھے گی۔ یعنی اس کا خاص مزاج یہ ہوگا کہ وہ سب سے پہلے ان دلوں کو پکڑے گی جن میں مال کی محبت اس طرح رچی بسی رہی ہے کہ اس نے خدا اور آخرت کی یاد کے لیے کوئی جگہ ان کے اندر باقی نہیں چھوڑی کہ اس آگ کی مطلوب غذا چونکہ انہی دلوں کے اندر ہوگی اس وجہ سے اس کا سب سے پہلا حملہ انہی پر ہوگا۔ اس زمانے میں خاص خاص چیزوں کے تعاقب کے لیے ایسے آلات ایجاد ہو گئے ہیں جو دور ہی سے اپنے شکار کو بھانپ لیتے اور از خود ان کا پیچھا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ ان کو مار گراتے ہیں۔ یہی حال اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی اس آگ کا ہوگا۔ یہ ان دلوں پر خود بخود جا چڑھے گی۔

جو مال کے عشق میں گرفتار اور اللہ کے حاجت مند بندوں کے حقوق سے بے پروا رہے۔

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ (۸)

یہ آگ ان پر اس طرح بھڑکے گی اور اوپر سے وہ ڈھانک بھی دی جائے گی کہ تپش کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو بلکہ سب کا سب ان کے جلانے ہی میں صرف ہو۔ 'اَوْصَدَ الباب' کے معنی ہوں گے دروازے کو بند دیا۔ یہ آگ بھی، بھٹہ اور ریڑا یہ کی آگ کی طرح اوپر سے ڈھانک دی جائے گی تاکہ وہ پوری قوت کے ساتھ اپنا عمل کرے۔

فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (۹)

یہ ان کی ذلت اور بے بسی کی تصویر ہے کہ اس آگ کے اندر وہ لمبے لمبے ستونوں کے ساتھ، بھاری بھاری زنجیروں سے جکڑے ہوئے بھی ہوں گے کہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں۔ یہاں ستونوں کا ذکر ہے، سورۂ حاقّہ میں اسی طرح کے مجرموں کے لیے زنجیر کا بھی ذکر ہے۔ فرمایا ہے:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ	اس کو پکڑو، پھر طوق ڈالو، پھر دوزخ میں
صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ	داخل کرو، پھر ایک زنجیر میں جس کا طول
ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝	ستر گز ہے، اس کو جکڑ دو۔ یہ خدائے
اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝	عظیم پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور
وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝	مسکین کو کھلانے پر نہیں ابھارتا
(الحاقۃ ۶۹: ۳۰-۳۴)	تھا۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید سے ان سطور پر اس سورہ کی تفسیر تمام ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ۔

لاہور

۲۸ - اپریل ۱۹۸۰ء

۱۲ - جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ